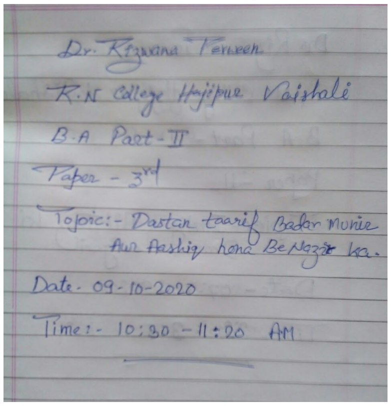

Dr. Rizwana Perween
R.N College Hajipur Vaishali
B.A Part-II
Paper - 3rd
Topic:- Dastan taarif Badar Munir
Aur Aashiq hona BeNazir ka.
Date- 09-10-2020
Time:- 10:30 - 11:20 AM

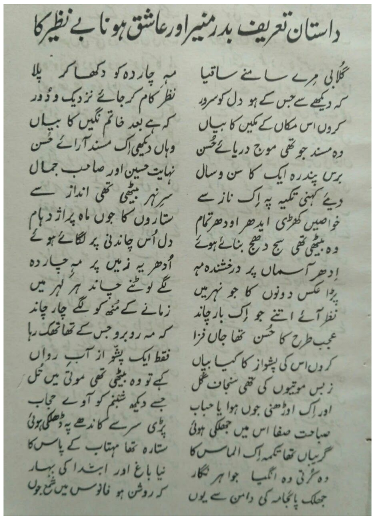

داستان تعریف بدرِ منیر اور عاشق ہونا بے نظیر کا

گلابی مرے سامنے ساقیا   مہ چاردہ کو دکھا کر پلا
کہ دیکھے سے جس کے ہو دل کو سرور   نظر کام کر جائے نزدیک و دور
کروں اس مکاں کے مکیں کا بیاں   کہ ہے بعد خاتم نگیں کا بیاں
وہ مسند جو تھی موج دریائے حُسن   وہاں دیکھی اِک مسند آرائے حُسن
برس پندرہ ایک کا سن و سال   نہایت حسین اور صاحب جمال
دیئے کہنی تکیہ پہ اِک ناز سے   سرِ نہر بیٹھی تھی انداز سے
خواصیں کھڑی ایدھر اودھر تمام   ستاروں کا جوں ماہ پر اژدہام
وہ بیٹھی تھی سج دھج بنائے ہوئے   دل اُس چاندنی پر لگائے ہوئے
اِدھر آسماں پر درخشندہ مہ   اُدھر یہ زمیں پر مہِ چاردہ
پڑا عکس دونوں کا جو نہر میں   لگے لوٹنے چاند ہر لہر میں
نظر آئے اتنے جو اِک بار چاند   زمانے کے مُنھ کو لگے چار چاند
عجب طرح کا حُسن تھا جاں فزا   کہ مہ روبرو جس کے تھا تھک رہا
کروں اس کی پشواز کا کیا بیاں   فقط ایک پشوّ از آبِ رواں
زبس موتیوں کی تھی سنجاف غَل   کہے تو وہ بیٹھی تھی موتی میں تُل
اور اِک اوڑھنی جوں ہوا یا حباب   جسے دیکھ شبنم کو آوے حجاب
صباحت صفا اس میں جھلکی ہوئی   پڑی سر سے کاندھے پہ ڈھلکی ہوئی
گریباں تھا تکمہ اِک الماس کا   ستارہ تھا مہتاب کے پاس کا
وہ کُرتی وہ انگیا جواہر نگار   نیا باغ اور ابتدا کی بہار
جھلک پاجامہ کی دامن سے یوں   کہ روشن ہو فانوس میں شمع جوں

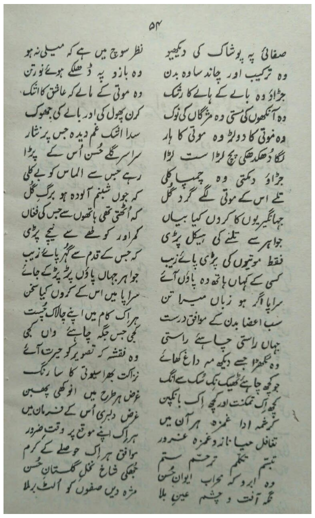

صفائی پہ پوشاک کی دیکھیو   نظر سوچ میں ہے کہ میلی نہ ہو
وہ ترکیب اور چاند سا وہ بدن   وہ بازو پہ ڈھلکے ہوئے نورتن
جڑاؤ وہ بالے کے ہالے کا رشک   وہ موتی کے مالے کہ عاشق کا اشک
وہ آنکھوں کی مستی وہ مژگاں کی نوک   کرن پھول کی اور بالے کی جھوک
وہ موتی کا دولڑ وہ موتی کا ہار   سدا اشک غم دیدہ جس پر نثار
لگا دُھکدھکی بیچ لڑا ست لڑا   سراسر گلے حُسن اُس کے پڑا
جڑاؤ دمکتی وہ چمپا کلی   رہے جس سے الماس کو بے کلی
تلے اس کے موتی لگے گرد گُل   کہ جوں شبنم آلودہ ہو برگِ گُل
جہانگیریوں کا کروں کیا بیاں   کہ اُٹھتی تھی ہاتھوں سے جس کی فغاں
جواہر سے تلنے کی ہیکل پڑی   کمر اور کوٹھے سے نیچے پڑی
فقط موتیوں کی پڑی پائے زیب   کہ جس کے قدم سے گہر پائے زیب
کسی کے کہاں ہاتھ وہ پاؤں آئے   جواہر جہاں پاؤں پڑ پڑ کے جائے
سراپا اگر ہو زباں میرا تن   سراپا میں اس کے کروں کیا سخن
سب اعضا بدن کے موافق درست   ہر اِک کام میں اپنے چالاک چُست
جہاں راستی چاہئے راستی   کجی جس جگہ چاہئے واں کجی
وہ مکھڑا جسے دیکھ مہ داغ کھائے   وہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آئے
جو کچھ چاہئے ٹھیک نک سُک سے انگ   نزاکت بھرا سیوتی کا سا رنگ
کچھ اِک تمکنت اور کچھ اِک بانکپن   غرض ہر طرح میں انوکھی پھبن
کرشمہ ادا غمزہ ہر آن میں   غرض دلبری اُس کے فرمان میں
تغافل حیا ناز و غمزہ غرور   ہر اِک اپنے موقع پر وقت ضرور
تبسم تکلم ترحم ستم   موافق ہر اِک حوصلے کے کرم
وہ ابرو کہ محراب ایوانِ حُسن   جُھکی شاخ نخلِ گلستانِ حُسن
نگہ آفت و چشم عینِ بلا   مژہ دیں صفوں کو اُلٹ برلا

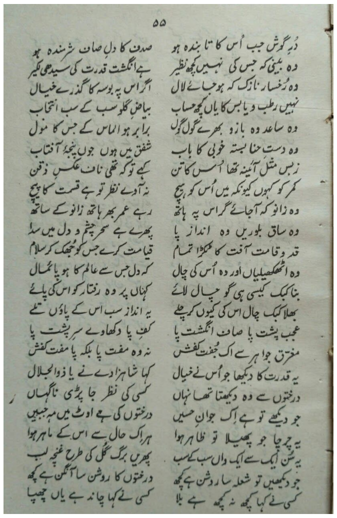

دُرِ گوش جب اُس کا تابندہ ہو   صدف کا دلِ صاف شرمندہ ہو
وہ بینی کہ جس کی نہیں کچھ نظیر   ہے انگشت قدرت کی سیدھی لکیر
وہ رُخسار نازک کہ ہو جائے لال   اگر اس پہ بوسہ کا گذرے خیال
نہیں رطب و یابس کا یاں کچھ حساب   بیاضِ گلو سب کے سب انتخاب
وہ ساعد وہ بازو بھرے گول گول   برابر ہو الماس کے جس کا مول
وہ دستِ حنا بستہ خوبی کا باب   شفق میں ہوں جوں پنجۂ آفتاب
زبس مثلِ آئینہ تھا اُس کا تن   کہے تو کہ تھی نافِ عکسِ ذقن
کمر کو کہوں کیونکہ میں اُس کو ہیچ   نہ آوے نظر تو ہے قسمت کا پیچ
وہ زانو کہ آجائے گر اس پہ ہاتھ   رہے عمر بھر ہاتھ زانو کے ساتھ
وہ ساق بلوریں وہ انداز پا   پھرے ہے سحر چشم و دل میں سدا
قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام   قیامت کرے جس کو جُھک کر سلام
وہ اٹھکھیلیاں اور وہ اُس کی چال   کہ دل جس سے عالم کا ہو پائمال
بنا کبک کیسی ہی گو چال لائے   کہاں پر وہ رفتار کو اس کی پائے
بھلا کبک چال اس کی کیوں کر چلے   یہ انداز سب اس کے پاؤں تلے
عجب پشت پا صاف انگشت پا   کفِ پا دکھاوے سرِ پشت پا
مغرق جواہر سے اک جُفت کفش   نہ وہ مفت پا بلکہ پا مفت کفش
یہ قدرت کا دیکھا جو اُس نے خیال   کہا شاہزادے نے یا ذوالجلال
درختوں سے وہ دیکھتا تھا نہاں   کسی کی نظر جا پڑی ناگہاں
جو دیکھے تو ہے اِک جوانِ حسیں   درختوں کی ہے اوٹ میں مہ جبیں
یہ چرچا جو پھیلا تو ظاہر ہوا   ہر اِک حال سے اس کے ماہر ہوا
یہ سُن ایک سے ایک واں سب کے سب   پھریں برگِ گُل کی طرح غنچہ لب
جو دیکھیں تو شعلہ سا روشن ہے کچھ   درختوں کا روشن سا آنگن ہے کچھ
کسی نے کہا کچھ نہ کچھ ہے بلا   کسی نے کہا چاند ہے یاں چھپا

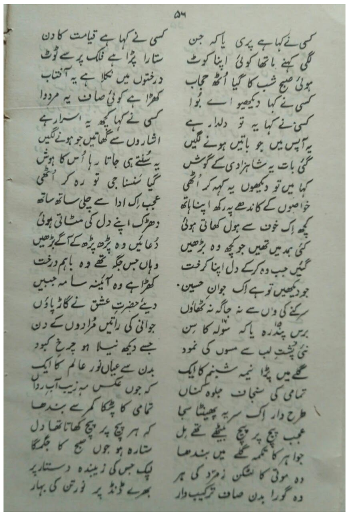

کسی نے کہا ہے پری یا کہ جن   کسی نے کہا ہے قیامت کا دن
لگی کہنے باتھا کوئی اپنا کوٹ   ستارا پڑا ہے فلک پر سے ٹوٹ
ہوئی صبح شب کا گیا اُٹھ حجاب   درختوں میں نکلا ہے یہ آفتاب
کسی نے کہا دیکھیو اے بُوا   کھڑا ہے کوئی صاف یہ مردوا
کسی نے کہا یہ تو دلدار ہے   کسی نے کہا کچھ یہ اسرار ہے
یہ آپس میں جو باتیں ہونے لگیں   اشاروں سے گھاتیں جو ہونے لگیں
گئی بات یہ شاہزادی کے گوش   یہ سُنتے ہی جاتا رہا اُس کا ہوش
کہا میں تو دیکھوں یہ کہہ کر اُٹھی   گیا سنسنا جی تو رہ کر اُٹھی
خواصوں کے کاندھے پہ رکھ اپنا ہاتھ   عجب اِک ادا سے چلی ساتھ ساتھ
کچھ اِک خوف سے ہول کھاتی ہوئی   دھڑک اپنے دل کی مٹاتی ہوئی
کئی ہمدمیں تھیں جو کچھ وہ بڑھیں   دُعائیں وہ پڑھ پڑھ کے آگے بڑھیں
گئیں جب وہ کر کے دل اپنا کرخت   وہاں جس جگہ تھے وہ باہم درخت
جو دیکھیں تو ہے اِک جوانِ حسین۔   کھڑا ہے وہ آئینہ سا مہ جبیں
سرکنے کی واں سے نہ جاگہ نہ ٹھاؤں   دیئے حضرتِ عشق نے گاڑ پاؤں
برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن   جوانی کی راتیں مُرادوں کے دن
نئی پشتِ لب سے مسوں کی نمود   جسے دیکھ نیلا ہو چرخِ کبود
گلے میں پڑا نیمہ شبنم کا ایک   بدن سے عیاں نور عالم کا ایک
تمامی کی سنجاف جلوہ کناں   کہ جوں عکس مہ زیب آبِ رواں
طرح دار اِک سر پہ پھینٹا سجا   تمامی کا پٹکا کمر سے بندھا
عجب پیچ پر پیچ بیٹھے تھے بل   کہ ہر پیچ پر پیچ کھاتا تھا دل
جواہر کا تکمہ گلے میں بندھا   ستارہ ہو جوں صبح کا جگمگا
وہ موتی کا لشکن زمرّد کی ہر   لٹک جس کی زیبندہ دستار پر
وہ گورا بدن صاف ترکیب دار   بھرے ڈنڈ پر نورتن کی بہار

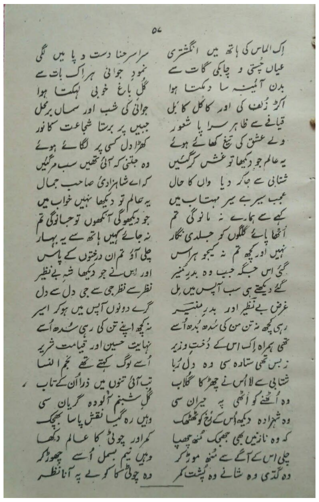

اِک الماس کی ہاتھ میں انگشتری   سراسر حنا دست و پا میں لگی
عیاں چُستی و چابکی گات سے   نمودِ جوانی ہر اِک بات سے
بدن آئینہ سا دمکتا ہوا   گُلِ باغِ خوبی لہکتا ہوا
اکڑ زُلف کی اور کاکُل کا بَل   جوانی کی شب اور سماں بر محل
قیافے سے ظاہر سراپا شعور   جبیں پر برستا شجاعت کا نور
وے عشق کی تیغ کھائے ہوئے   کھڑا دل کسی پر لگائے ہوئے
یہ عالم جو دیکھا تو غش کر گئیں   وہ جتنی کہ آئی تھیں سب مر گئیں
شتابی سے جا کر دیا واں کا حال   کہ اے شاہزادئ صاحب جمال
عجب سیر ہے سیر مہتاب میں   یہ عالم تو دیکھا نہیں خواب میں
کہے سے ہمارے نہ مانو گی تم   جو دیکھو گی آنکھوں تو جانو گی تم
اُٹھا پائے گلگوں کو جلدی نگار   نہ جائے کہیں ہاتھ سے یہ بہار
نہیں اور کچھ تم نہ کیجو ہراس   چلی آؤ تم ان درختوں کے پاس
گئی اس جگہ جب وہ بدرِ منیر   اور اس نے جو دیکھا شہِ بے نظیر
گئے دیکھتے ہی سب آپس میں ہل   نظر سے نظر جی سے جی دل سے دل
غرض بے نظیر اور بدرِ منیر   گرے دونوں آپس میں ہو کر اسیر
رہی کچھ نہ تن من کی سُدھ بُدھ اُسے   نہ کچھ اپنے تن کی رہی سُدھ اُسے
تھی ہمراہ اِک اس کے دُختِ وزیر   نہایت حسین اور قیامت شریر
زبس تھی ستارہ سی وہ دلرُبا   اُسے لوگ کہتے تھے نجم النسا
شتابی سے لا اُس نے چھڑکا گلاب   تب آئی تنوں میں ذرا اُن کے تاب
وہ اُٹھنے کو اُٹھی پہ حیران سی   گُلِ شبنم آلودہ گریان سی
وہ شہزادہ دیکھ اُس کے رُخ کو ٹھٹھک   وہیں رہ گیا نقش پا سا جھجک
کہ وہ نازنیں بھی جھجک مُنھ چھپا   کمر اور چوٹی کا عالم دکھا
چلی اس کے آگے سے مُنھ موڑ کر   وہیں نیم بسمل اُسے چھوڑ کر
وہ گُدّی وہ شانے وہ پُشت کمر   وہ چوٹی کا کولے پہ آنا نظر